ذکر اللہ کے آداب اور فضائل

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ

ذکر اللہ کے معنی: ذکر کے لفظی معنی یاد کے ہیں، اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا نام ذکر اللہ ہے اور یاد کا اصل تعلق انسان کے دل سے، پھر زبان سے ہے اور افضل یہ ہے کہ اللہ کا ذکر دل اور زبان دونوں سے کیا جائے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی ذکر کی فضیلت کو زیادہ بیان فرمایا ہے، جس میں دل کے ساتھ زبان بھی شریک ہو۔

حضرت عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ دین کے کام (نفلی) تو بہت ہیں، سب کا کرنا تو مشکل ہے، آپ مجھے کوئی ایک چیز بتلا دیجئے جس کو میں پابندی کے ساتھ اختیار کرلوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس یہ کام کرلو کہ تمہاری زبان ہمیشہ ہر وقت ذکر اللہ سے تروتازہ رہے۔ (رواہ ترمذی، از مشکوٰۃ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام جو میں نے سنا، وہ یہ تھا کہ میں نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان تموت ولسانك رطب من ذكر الله" (حصن حصين، وعمل اليوم والليلة لابن السني) "یعنی تم اس طرح مرو کہ تمہاری زبان ذکر الٰہی سے تروتازہ ہو۔"

ان دونوں حدیثوں میں دل کے ساتھ زبان کے ذکر کی بھی تاکید ہے، اس کے علاوہ بے شمار احادیث جو خاص خاص اذکار کے بیان میں آتی ہیں سب میں زبان سے ذکر کرنا مذکور ہے، اور ذکر زبانی کے ساتھ دل میں بھی اللہ کی یاد ہونا تو ذکر زبانی کی روح اور اصل مقصد ہی ہے۔

اگر کوئی شخص صرف ذکر قلبی پر اکتفا کرے، زبان سے ذکر کے الفاظ ادا نہ کرے یہ بھی ثواب عظیم ہے، مگر دل اور زبان دونوں کے ساتھ ذکر کے درجہ سے کم ہے۔ (کتاب الاذکار للنووی، ص ۵)

اور اگر دل میں یاد نہ ہو صرف زبان ہی سے ذکر کرے تو فائدے سے یہ بھی خالی نہیں، بشرطیکہ ریا، اور نام ونمود کے لئے نہ ہو، کیوں کہ اس سے بھی کم از کم انسان کا ایک عضو (زبان) تو ذکر میں مشغول ہے۔

اس کے علاوہ تجربہ یہ ہے کہ صرف زبان سے ذکر کی کثرت، تو اس سے قلب بھی انجام کار متاثر ہو جاتا ہے اور ذکر قلبی بھی نصیب ہو جاتا ہے، حضرت مولانا رومیؒ نے جو مثنوی میں فرمایا ہے۔

بر زباں تسبیح درد دل گاؤخر — ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

اس سے بظاہر وہ زبانی تسبیح مراد ہے جو نام ونمود کے لئے ہو، یا اثر سے اثر خاص یعنی قلب کی نورانیت مراد ہے کہ وہ جب ہی ہوتا ہے جب کہ زبان کے ساتھ قلب بھی شریک ذکر ہو۔

ہر نیک عمل ذکر اللہ میں داخل ہے: امام تفسیر وحدیث حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ صرف تسبیح وتہلیل اور زبانی ذکر میں منحصر نہیں، بلکہ ہر عمل جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کیا جائے وہ بھی ذکر اللہ میں داخل ہے، بشرطیکہ نیت اطاعت کی ہو۔ اسی طرح دنیا کے تمام کاروبار داخل ہیں، اگر ان میں شرعی حدود کی پابندی کا دھیان رہے کہ جہاں تک جائز ہے کیا جائے اور جس حد پر پہنچ کر ممنوع ہے اس کو چھوڑ دیا جائے، تو یہ سارے اعمال جو بظاہر دنیوی کام ہیں وہ بھی ذکر اللہ میں شمار ہوں گے۔

امام تفسیر حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ جن علمی مجلسوں میں احکام شرعیہ حلال وحرام اور جائز وناجائز کی بحث، تحقیق اور تعلیم ہو وہ بھی مجالس ذکر ہیں۔ (اذکار نووی، ص ۵)

کثرت ذکر کا حکم اور اس کے معنی: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر اللہ کے سوا کسی عبادت کو بکثرت کرنے کا حکم نہیں دیا، صرف ذکر اللہ ہی ایسی عبادت ہے جس کے متعلق ارشاد ہے:

﴿یاایھاالذین آمنوااذکروا اللہ ذکرا کثیرا﴾ ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم اللہ کا ذکر خوب کثرت سے کیا کرو۔“

اور دوسری جگہ ان مردوں اور عورتوں کی تحسین فرمائی ہے جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں ﴿الذاکرون اللہ کثیراً والذاکرات﴾ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری کوئی عبادت ذکر اللہ کے برابر آسان نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمام عبادات میں اس کا لحاظ رکھا ہے کہ جتنی کسی عبادت میں مشقت اور محنت زیادہ ہے اتنی ہی اس کی مقدار کم کر دی ہے۔

نماز میں کچھ قیود وشرائط کی محنت ہے مگر زیادہ نہیں، اگر کسی وجہ سے نماز میں کوئی خلل آجائے تو دوبارہ لوٹا لینا مشکل نہیں، اس لئے سب سے زیادہ کثرت نماز کی ہے کہ ہر روز پانچ دفعہ فرض ہے۔ روزہ کی مشقت نماز سے زیادہ ہے اس لئے سال بھر میں صرف ایک مہینہ کے روزے فرض کئے گئے۔ اسی طرح زکوۃ میں مال کا خرچ کرنا بھی ایک محنت ہے، اس کو بھی سال بھر میں صرف ایک مرتبہ فرض کیا گیا ہے، سب سے زیادہ محنت ومشقت اور حرج حج میں ہے وہ عمر بھر میں ایک مرتبہ فرض کیا گیا ہے۔

جب اس قاعدہ کو دیکھا جائے تو ذکر اللہ سب سے زیادہ آسان عبادت ہے کہ اس کے لئے کوئی شرط اور پابندی نہیں، ہر وقت، ہر حال میں کیا جاسکتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے کہ بندوں کی کمزوری پر نظر فرما کر اپنے ذکر کے لئے کوئی پابندی نہیں لگائی، نہ غسل، نہ وضو شرط کیا، نہ کوئی وقت معین کیا، نہ قبلہ رو ہونے کی شرط رکھی، بلکہ ہر حال میں، ہر وقت میں، بیٹھے، لیٹے، کھڑے، وضو، بے وضو، ہر طرح اپنے ذکر کی اجازت دے دی۔

اور اسی طرح کے ذکر پر بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے ﴿الذین یذکرون اللہ قیامًا وقعودا وعلیٰ جنوبھم﴾ ''وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر۔''

حالانکہ اگر اللہ جل شانہ کی جلالت اور اس کے نام پاک کی عظمت کا خیال کیا جائے تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ ہم ہزار مرتبہ اپنی زبان کو مشک وگلاب سے دھوتے پھر بھی اس کے نام پاک کو زبان پر لانا حق ادب کو پورا نہیں کرتا، یہ محض اس کی رحمت وکرم ہے کہ بغیر کسی شرط وقید کے اپنا نام لینے کی اجازت دے دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے اور فرمایا کہ بعض اوقات میں چار پائی پر لیٹے ہوئے اپنا وظیفہ پورا کر لیتی ہوں۔ (کتاب الاذکار للنووی)

مسئلہ: جب آدمی پیشاب پاخانے کی ضرورت پوری کر رہا ہو، یا میاں بیوی کے اختلاط کا وقت ہو اس وقت اللہ کا نام لینا خلاف ادب ہے، مگر ان کاموں کے شروع سے پہلے اور فراغت کے بعد بھی کچھ دعائیں مسنون ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں، اسی طرح جہاں ناپاکی یا بدبو زیادہ ہو وہاں بھی ذکر اللہ خلاف ادب ہے۔

کثرتِ ذکر کے معنی: قرآن کریم کی آیت ﴿الذاکرون اللہ کثیرًا والذاکرات﴾ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ مرد اور عورتیں ہیں جو ہر نماز کے بعد اور صبح وشام اور اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے اور ہر کام کے شروع اور ختم پر اللہ کا ذکر کریں۔

ان تمام حالات کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص دعائیں تلقین فرمائی ہیں، امام ابو عمرو بن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ان تمام حالات میں حدیث کی دعاؤں کا پابند ہو جائے، وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والوں میں شمار ہوگا۔ (اذکار نووی، ص ۵)

آدابِ ذکر: اگرچہ ذکر اللہ کے لئے حق تعالیٰ نے کوئی شرط نہیں رکھی، اس لئے ہر طرح ہر حال میں جائز اور موجب ثواب ہے، لیکن اگر ذکر اللہ کا ادب ملحوظ رکھ کر ذکر کیا جائے تو وہ کیمیا ہے جس سے خاک بھی سونا بن جاتی ہے، آداب ذکر یہ ہیں:

☆...... جہاں تک ممکن ہو ذکر اللہ کو اکمل طریقہ سے کرنا چاہئے۔ ☆...... بہتر یہ ہے کہ ذکر اللہ کے وقت قبلہ رو ہو کر بیٹھے۔

☆...... عاجزی اور خشوع خضوع اور سکینت اور وقار کے ساتھ ذکر کرے، جلد بازی اور وقت گزاری کا طریقہ اختیار نہ کرے۔

☆......سر جھکا کر ادب کے ساتھ بیٹھے۔☆......نجاست اور بد بو کی جگہ ذکر نہ کرے۔

☆......ذکر کے وقت مسواک وغیرہ سے منہ صاف کر لینا بھی مستحب ہے۔

☆......ذکر اللہ میں سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ذکر زبانی کے ساتھ حضور قلب کا اہتمام جتنا ہو سکتا ہو کرے، کم سے کم اتنا کرے کہ جو الفاظ زبان سے نکل رہے ہیں ان الفاظ کی طرف دھیان رکھے، تاکہ خیالات ادھر ادھر منتشر نہ ہوں، پھر بھی اگر خیالات منتشر ہو جائیں تو پریشان نہ ہو، اپنے ذکر کی طرف دھیان میں لگ جائے۔

☆......جس شخص نے دن یا رات میں یا کسی وظیفہ کا معمول بنالیا ہو، مثلاً تلاوت قرآن اور تسبیح وتہلیل اور درود شریف واستغفار کی کوئی مقدار معین پڑھنے کا، یا کچھ نفلیں پڑھنے کا معمول بنالیا ہو تو اس کو چاہئے کہ اس معمول کی پابندی کی کوشش کرے، ناغہ نہ ہونے دے، اگر کسی وقت کسی وجہ سے مقررہ وقت پر نہ پڑھ سکا تو دوسرے وقت میں پڑھ لے۔

صحیح مسلم میں بروایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص نے آخر رات میں کوئی وظیفہ (نماز، تسبیح قرات، تہلیل کا) معمول بنا رکھا تھا، اگر کسی روز نیند کے غلبہ سے ادا نہ ہو سکا تو نماز فجر کے بعد ظہر سے پہلے اس کو ادا کر لے، تو ایسا ہی سمجھا جائے گا جیسے رات کے مقررہ وقت میں ادا کیا ہو۔ (کتاب الاذکار)

مطلق ذکر اللہ کے فضائل اور برکات: ذکر اللہ کی سب سے بڑی فضیلت اور سعادت یہ ہے کہ جس وقت کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ بھی اس کا ذکر کرتے ہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے۔﴿فاذکرونی اذکرکم﴾ ''یعنی تم مجھے یاد کرو تم میں تمہیں یاد کروں گا۔''

ایک انسان کی اس سے بڑی کیا سعادت ہوسکتی ہے کہ رب العزۃ جل شانہٗ اس کو یاد کریں، حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو چاہئے کہ ذکر اللہ کا مقصد صرف اس بات کو بنالے کہ اللہ تعالیٰ مجھے یاد فرمائیں گے، باقی کیفیات اور واردات جو ذاکرین کو ذکر کرتے وقت پیش آتے ہیں ان کو نہ مقصود سمجھے، نہ ان کے درپے ہو۔

حدیث: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ذکر اللہ کے سوا کسی کلام کی کثرت نہ کرو، کیونکہ اس سے دل سخت ہو جاتا ہے، اور سب سے زیادہ خدا تعالیٰ سے دور وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہو۔ (ترمذی از مشکوٰۃ)

حدیث: میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرے، اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اپنے نفس میں اس کو یاد کرتا ہوں، اور اگر کسی مجمع میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں اس کا ذکر کرتا ہوں''۔ (بخاری ومسلم)

حدیث: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسے کام کا پتہ بتلادوں کہ جو تمہارے سارے اعمال سے بہتر اور تمہارے مالک و پروردگار کے نزدیک مقبول ومحبوب اور آخرت میں تمہارے درجات کو بلند کرنے والا ہے، اور سونا چاندی اللہ کے راہ میں خرچ کرنے سے اور کافر دشمنوں کے مقابلہ پر جہاد

کرنے سے بھی تمہارے لئے بہتر ہے، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کام ہمیں ضرور بتلایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کام ذکر اللہ (اللہ کی یاد) ہے۔" (رواہ الترمذی وابن ماجہ، صححہ الحاکم فی المستدرک، از اذکار نووی)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ان کو آسمان والے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسے زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔

ذکر اللہ کے فضائل بے شمار ہیں، قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ کی روایات بے شمار ہیں، یہاں پر سب کو جمع کرنے کی ضرورت نہیں، اصل مقصود مذکورہ آیات وروایات سے حاصل ہو گیا، قرآن وحدیث میں ذکر اللہ کی مختلف صورتیں اور بے شمار دعائیں ہیں اور ان کے فضائل وبرکات منقول ہیں، جن کو علماء نے مستقل کتابوں میں جمع کر دیا ہے، مگر ان تمام اذکار اور دعاؤں کو روزانہ جمع کر کے پڑھنا نہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، نہ صحابہؓ وتابعینؒ سے، اور نہ سب کے مجموعہ کو روزانہ پڑھنا مشغول آدمیوں کے لئے آسان ہے، بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے میں یہ ہدایت دی ہے کہ اپنی ہمت وفرصت سے زیادہ ذکر ودعاؤں کو معمول نہ بنائیں، مگر جتنا بنا سکیں اس کی پابندی کریں۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دین آسان ہے، اور ہرگز کوئی شخص سختی (اور مبالغہ) کے ساتھ دین پر غالب ہونے کا ارادہ نہ کرے گا، مگر دین ہی اس کو ہرا دے گا، پس سیدھے چلو، قریب رہو، اور خوش خبری حاصل کرو، اور صبح وشام کے وقت اور کسی قدر رات کے آخری حصہ سے (کام میں) سہارا لو۔"

خصوصاً اس زمانہ میں کہ اول تو لوگوں کو فرائض وواجبات ہی کی طرف دھیان نہیں، ذکر ونوافل کا نمبر کہاں آئے، اور جن کو کچھ اس کا خیال ہے وہ بھی ایسے حالات میں مبتلا ہیں جن میں وقت اور محنت کم اور ثواب بہت بڑا ہے، ان میں سے بھی ہر شخص اپنی فرصت اور ہمت کے مطابق انتخاب کر سکتا ہے، جس کو فراغت ہو وہ سب کو اختیار کرے، اور جس کو اتنی فرصت نہیں، وہ اپنی حالت اور فرصت کے مطابق ان میں سے کچھ نہ کچھ حصہ اختیار کرے، بالکل محروم نہ رہے۔

انتہائی مختصر وظیفہ: اگر کچھ بھی نہ ہو تو اتنا ہی کرے کہ پانچ وقت کی نماز جماعت سے جہاں تک ممکن ہو دل لگا کر پڑھے، اور نمازوں کے بعد مختصر سی دعائیں، جن کے پڑھنے میں کوئی وقت نہیں لگتا ہے، چلتے چلتے بھی پڑھ سکتے ہیں، ان کو یاد کر کے پابندی سے پڑھ لیا کرے، خصوصاً تسبیح فاطمہؓ یعنی ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ، ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، آخر میں "اللہ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر" ایک مرتبہ، اور صبح کی نماز کے بعد یہی آخری کلمہ دس مرتبہ مزید پڑھا کرے، اور دن رات میں کچھ وقت نکال کر جس قدر ممکن ہو قرآن مجید کی تلاوت پابندی سے کیا کرے، اگرچہ پاؤ پارہ یا ایک دو رکوع ہی ہو جو چند منٹ میں ہو سکتا ہے، اتنا کام بھی کر لے تو بعض فقہاء کے نزدیک وہ بھی بکثرت ذکر کرنے والوں میں شمار ہو جائے گا۔ (اذکار نووی)

یہ وظیفہ انتہائی مختصر ہے جس میں ذرا بھی محنت نہیں، نہ کوئی وقت اس کے لئے نکالنا پڑتا ہے، مگر ثواب اور برکات اس

کے اتنے عظیم ہیں کہ آدمی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا، اب جو اس سے بھی محروم رہے تو وہ محروم القسمت ہی ہو سکتا ہے۔

تلاوت قرآن کریم: ذکر اللہ کی جتنی قسمیں اور صورتیں ہیں ان سب میں افضل اور بندہ کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے میں سب سے بہتر ذریعہ تلاوت قرآن ہے۔ حضرت ابراہیم خواصؒ نے فرمایا کہ امراض قلب کی دوا پانچ چیزیں ہیں: (۱)......سب سے پہلے تلاوت قرآن اس کے معانی میں غور وتدبر کے ساتھ (۲)......دوسرے پیٹ کو زائد از ضرورت غذا سے خالی رکھنا (۳)......تیسرے رات کی نماز، یعنی تہجد۔ (۴)......چوتھے، آخر شب میں اللہ تعالیٰ کے سامنے الحاح و زاری اور دعا، (۵)......پانچویں، نیک لوگوں کی صحبت۔ (اذکار نووی، ص ۵۰)

یہی وجہ ہے کہ اسلاف امت صحابہؓ و تابعینؒ کا سب سے بڑا مشغلہ تلاوتِ قرآن ہی تھا، ان حضرات میں خاصی بڑی تعداد ایسے بزرگوں کی ہے جو روزانہ قرآن ختم کرنے کے عادی تھے اور کچھ حضرت ایسے بھی تھے جو روزانہ دو مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے، ایک دن میں، دو سرا رات میں، اور کچھ حضرات ایسے بھی تھے جو چار ختم روزانہ کرتے تھے۔

منصور بن زاذان بن عباد تابعیؒ کا یہ حال محدثانہ سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے کہ وہ ایک قرآن ظہر سے عصر تک اور ایک مغرب سے عشاء تک ختم کیا کرتے تھے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان بزرگوں کا ختم کرنا وہ نہ تھا جیسے آج کل کے بعض حفاظ جلد پڑھنے والے پڑھتے ہیں کہ نہ حروف صحیح ادا ہوں، نہ کسی کی سمجھ میں آئے بل کہ ان کے یہ ختم آداب تلاوت کی پوری رعایت کے ساتھ ہوتے تھے اور یہ بلاشبہ ان کی کرامت ہی ہو سکتی ہے، انسانی طاقت اور عادت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

یہ حالات تو خاص حضرات کے ہیں، لیکن تین روز میں ایک ختم کرنا تو بہت سے حضرات کا معمول تھا، اور تقریباً عام عادت سلف صالحین کی یہ تھی کہ ہفتہ میں ایک ختم قرآن کریں، قرآن مجید کی سات منزلیں جو معروف ہیں وہ اسی وجہ سے ہیں۔

کچھ حضرات ایسے بھی تھے جو دس روز میں قرآن پاک ختم کرتے تھے، اور ایسی تعداد بہت کم لوگوں کی تھی جو مہینہ میں ایک قرآن ختم کریں، سلف صالحین میں یہ کم سے کم درجہ تلاوت قرآن کا تھا۔ (اذکار نووی، ص ۵۰)

اصل بات تو یہی ہے کہ آج بھی ہر مسلمان مرد، عورت، بچے، بوڑھے کو اس کی پابندی کرنی چاہئے کہ کم از کم روزانہ ایک پارہ قرآن شریف کا پڑھا کرے، تاکہ مہینہ میں ایک ختم ہو جائے، اگر اپنی سستی اور غفلت یا افکار و پریشانی کے سبب سے یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر جس قدر ممکن ہو، آدھا پارہ یا دو تین رکوع قرآن مجید کے پڑھنے سے کوئی مسلمان خالی نہ رہنا چاہئے اور اگر کچھ بھی نہ ہو سکے تو دس بیس آیتیں ہی روزانہ پڑھا کرے۔ ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو آدمی دن رات میں بیس آیتیں بھی پڑھ لے تو وہ غافل لوگوں میں نہ لکھا جائے گا۔ (اذکار نووی، ص ۵۴)

ہماری دین و دنیا کی فلاح اسی میں مضمر ہے اور ہماری تباہی و بربادی قرآن کے چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔ (تلاوت قرآن کے ضروری آداب ص 21 تا 22)

☆